سود، مرابحہ اور "مارک اپ"

جناب محمد نواز خان صاحب - رحیم یار خان

حکومت بنکنگ کے موجودہ نظام کے بارے میں بار بار یہ یقین دہانی کرا رہی ہے کہ اس نظام کو سود سے پاک کر دیا گیا ہے۔ پچھلے ماہ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے اپنی سالانہ رپورٹ میں بڑے زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے کہ ملک کے تمام کمرشل بنک بلا سود کاروبار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ملک کے جید علماء نے جو سکوت اختیار کر رکھا ہے اس سے بھی یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ واقعی پاکستانی بنکوں میں اب سود کے بغیر کام ہو رہا ہے۔ علماء کے بعض حلقوں کی طرف سے بنکوں کی موجودہ بظاہر بلا سود کارکردگی کو غنیمت قرار دے کر عبوری عرصہ کے لیے اسے جائز قرار دے دیا گیا ہے۔

جب حکومت کی طرف سے بنکوں میں نفع و نقصان کی بنیاد پر کھاتے کھولنے کا آغاز کیا گیا تھا تو اس وقت بھی بعض دینی حلقوں نے حکومت کے اس اقدام کی پُر جوش تائید کی تھی اور نفع و نقصان کے کھاتوں میں رقم جمع کرانے کو گویا "ثواب" اور "جہاد" کا درجہ دیا گیا تھا لیکن عملاً صورتِ حال جوں کی توں معلوم ہوتی ہے۔ بنکوں کا عملہ خود بنکوں کی موجودہ کارکردگی کو سودی قرار دیتا ہے۔ فرق صرف حسابی فارمولوں کا ہے۔ پہلے سود کو سود کا نام دے کر اسے "فی صدی" کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔ اب اس کا نام "مارک اپ" لکھ کر ۲۴ پیسے فی ہزار یومیہ پر وصول کیا جاتا ہے۔ البتہ اس صورت میں سود در سود کی سابقہ شکل باقی نہیں رہی لیکن اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مارک اپ شرح فی صد میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب تجارتی

قرضوں پر مارک اپ ۱۵ فیصد تک وصول کیا جاتا ہے۔ قبل ازیں یہ شرح ۱۱ فی صدی ہوا کرتی تھی۔ چونکہ "فیصدی" کی شرح بیان کرنے سے اس کی سُود کے ساتھ واضح مشابہت ہوتی ہے۔ لہٰذا بڑی ذہانت سے "مارک اپ" کے وصول کرنے کا ایک نیا حسابی فارمولا ۴۲ پیسے فی ہزار فی دن کے حساب سے بنا دیا گیا ہے۔ بنک کے اعلیٰ افسران جو "مارک اپ" کے جدید نظریے سے پوری طرح واقف ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ "مارک اپ" سُود نہیں۔ یہ بنک کے اس سرمایہ کا متوقع نفع ہے جو وہ اپنے مدیون کو کاروباری مقاصد کے لیے شراکت کی بنیاد پر دیتا ہے۔ اس کی شرح بعض صورتوں میں گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ جب مدیون کی کاروباری سرگرمیوں کے نتیجہ میں عملاً نفع زیادہ حاصل ہو تو مارک اپ کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ لیکن بنک بڑھتی ہوئی اس شرح کو وصول نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اسے مدیون کو واپس لوٹا دیتا ہے، البتہ جب منافع کی شرح گھٹ جائے تو بنک "مارک اپ" کی بجائے "مارک ڈاؤن" وصول کرتا ہے۔ یہ صورت طویل المیعاد کاروباری قرضوں کے بارے میں اختیار کی جاتی ہے۔ رہے قلیل المیعاد قرضے (RUNNING LOANS) اس پر "مارک اپ" کی سطح یکساں رہتی ہے۔

"مارک اپ" کی سادہ سی شکل نقد اور اُدھار قیمتوں سے ملتی جلتی ہے۔ اگر آپ "کار" بازار میں نقد رقم سے خریدیں تو قیمت کم ہوگی، لیکن اگر آپ اسی کار کو اُدھار قیمت پر خرید کریں تو قیمت زیادہ ہوگی۔ اُدھار کی جتنی مدت زیادہ ہوگی، قیمت بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی چلی جائے گی۔

"مارک اپ" کے اس جدید نظریہ کے حامیوں کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ "مارک اپ" کی موجودہ مروّجہ شکل "بیع مرابحہ" سے مشابہ ہے۔ بلکہ حقیقتاً یہ بیع مرابحہ ہی کی ایک شکل ہے۔ یعنی بنک ایک شے خود نقد رقم سے خرید کرتا ہے۔ پھر اسی شے کو اُدھار پر زیادہ قیمت لگا کر اپنے مدیون کو فروخت کرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بنک مدیون کو نقد رقم دے کر اسے یہ اختیار بھی دیتا ہے کہ وہ اس رقم سے مطلوبہ شے نقد پر بنک کے نمائندہ کی حیثیت سے خود خرید کرلے۔ اس طرح مدیون بنک کی رقم سے جو شے نقد قیمت پر خرید کرتا ہے وہ گویا بنک کی ملکیت تصور ہوتی ہے۔ اب وہی شے جو بنک نے مدیون کے

ذریعے سے اُسے اپنا نمائندہ فرض کر کے خرید کی تھی - اس پر بنک "مارک اپ" لگا کر اُدھار قیمت پر مدیون کو فروخت کر دیتا ہے - یہ ساری کارروائی کاغذی ہوتی ہے - اب صورت مسئلہ یہ بنی ہے کہ:

بنک مدیون کو نقد قیمت پر کوئی شے خرید کرنے کے لیے اُسے اپنا نمائندہ فرض کر کے اسے رقم قرض دیتا ہے گویا مدیون شخص بیک وقت بنک کا نمائندہ بھی ہے اور اس کا مقروض بھی - پھر اسی مطلوبہ شے کے خرید کرنے کا خود ضرورت مند بھی - بنک مدیون سے اُدھار قیمت کی شرح "مارک اپ" کی شکل میں پہلے طے کر کے پھر اُسے نقد رقم بطور قرض دیتا ہے - اس صورت مسئلہ کو بنکنگ بیوتوں میں "بیع مرابحہ" یا "بیع موجل" کے مشابہ قرار دے کر جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن بظاہر یہ اگر کھلا ربوٰ نہیں تو اس کے "ربیہ" ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔

بعض علما نے اس صورتِ حال کو عارضی اور عبوری سکیم کے طور پر مباح قرار دیا ہے، ان کے استدلال کا انداز کچھ اس طرح ہے کہ چونکہ بنکنگ کا موجودہ نظام بتدریج مثالی اسلامی رنگ میں ڈھالا جاتا ہے اور یہ کام چونکہ بیک جنبشِ قلم نہیں ہو سکتا لہٰذا عبوری دور کے لیے "مارک اپ" کی سکیم کو ربوٰ کی سکیم کے مقابلے میں غنیمت سمجھ کر گوارا کر لینا چاہیے۔ ہمارے ملک کا سیاسی، قانونی اور عدالتی نظام عملاً غلط اور حرام ہے، مگر قراردادِ مقاصد کے نفاذ اور ملکی دستور میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے محض تسلیم کر لینے سے ہم نے پورے عدالتی نظام کی حرمت کو گوارا کر لیا ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت اپنے مقدمات کا فیصلہ کراتے ہیں اور غلط نظامِ سیاست کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ایک ہی حکومت کو گوارا کیے ہوئے ہیں جسے شریعت کی رُو سے جواز کا درجہ حاصل نہیں۔ اس طرح بنکنگ کی موجودہ شکل کو بھی گوارا کر لیا جائے۔ اگر کھلے ربوٰ کے مقابلے میں "ربیہ" کا معاملہ ہو اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب ناگزیر ہو تو پھر اس صورت میں ربوا کو چھوڑ دیا جائے اور "ربیہ" کو قبول کر لیا جائے۔ یہ استثنائی اور اضطراری صورت ہو گی۔ اسی طرح فقہ کا ایک مشہور اصول ہے کہ ضرورت فتووں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

(الضرورۃ تبیح المحظور) اور بعض ناگزیر شرائط و احوال کے تحت بہ ضرورت عارضی طور پر حرام کو مباح بھی ٹھہرا سکتی ہے (جیسے فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ)

اب میں چند سوالات عرض کرتا ہوں جو میرے ذہن میں اُبھر آئے ہیں:-

۱- اگر کوئی کاروباری شخص "واقعتہً" کسی خسارے سے دوچار ہو، اس کے لیے کاروبار کے ختم ہونے کا یقینی خطرہ ہو، اس نے لوگوں کے قرضے بھی ادا کرنے ہوں تو اس صورت میں اس کی عزت و آبرو اور اس کی کاروباری ساکھ کے نقصان کا اندیشہ بھی ہو۔ کاروبار کے ختم ہو جانے اور اس کے معاشی طور پر مفلوج ہو جانے کے بعد اس کے کنبہ اور خاندان کو جن پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس کے بچوں کا تعلیمی اور معاشی مستقبل جس بُری طرح متاثر ہو گا۔ اس کے پیش نظر اگر کوئی کاروباری شخص نیک نیتی کے ساتھ محض اپنے کاروباری نقصان سے بچنے، لوگوں کے قرضے ادا کرنے، اپنی آبرو کے تحفظ اور اپنے خاندان اور بچوں کو معاشی پریشانیوں سے بچانے کی خاطر مارک اپ کی موجودہ اسکیم سے فائدہ اُٹھائے تو اس میں شرعاً کیا امر مانع ہو گا؟

۲- ملک کے کمرشل بنکوں میں طویل المیعاد اور قلیل المیعاد قرضوں کے لیے "مارک اپ" کی جو شکل رائج ہے۔ کیا وہ بیع مرابحہ یا بیع موجل کی جملہ شرائط پوری کرتی ہے اور کیا وہ جائز ہے۔ بعض علماء نے وقتی اور عبوری طور پر اسے غنیمت قرار دے کر گوارا کیا ہے۔ کیا ان کا موقف درست ہے؟

۳- کیا کوئی شخص کسی ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے کاروباری خسارہ سے بچنے، اپنی آبرو کے تحفظ، لوگوں کے واجب الادا قرضوں کی ادائیگی اور اپنے بچوں کو معاشی پریشانیوں سے بچانے کے لیے "مارک اپ" کی سکیم سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں شرعاً کیا امر مانع ہے؟

میں چاہتا ہوں کہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے مختلف حضرات اس بحث اور متعلقہ سوالات پر غور کر کے اپنے غور و تحقیق کے ماحصل کو اشاعت میں لائیں۔